مہر کا فلسفہ اور اس کے احکام

از:- مولانا محمد شہاب الدین ندوی، ناظم فرقانیہ اکیڈمی، بنگلور۔

پہلی قسط

مہر میں عورت کا شرعی حق:

عورت سے جسمانی طور پر مستفید ہونے کے لئے شریعت نے مرد پر ایک معقول معاوضہ عائد کیا ہے جسے فقہی اصطلاح میں مہر کہا جاتا ہے۔ اور اس معاوضہ یا صلہ کی ادائیگی شوہر پر واجب ہے۔

المھر ھو المال یجب فی عقد النکاح علی الزوج فی مقابلۃ منافع البضع۔

مہر وہ مال ہے جو شوہر پر عقد النکاح کے وقت منافع فرج کے مقابلہ میں واجب ہوتا ہے۔[۹۲]

مہر عورت کا ایک خاص شرعی حق ہے اور وہ اس کی پوری طرح مالک قرار پاتی ہے۔ کہ وہ اسے جس طرح چاہے اپنی مرضی سے خرچ کرے۔ کسی کو روکنے ٹوکنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ یہاں تک کہ شوہر بھی اسے روک ٹوک نہیں سکتا۔

دیگر مذاہب کے مقابلے میں اسلامی شریعت کا ایک خاص امتیاز ہے کہ وہ عورت کو نکاح کے موقع پر مہر کے نام سے ایک معقول رقم دلاتی ہے اور اس پر اسے پوری طرح مالکانہ حقوق عطا کرتی ہے۔ چونکہ عورت نہ صرف مرد کا گھر بسانے کے لئے اپنے عزیزوں کو چھوڑ کر اس کے یہاں چلی آتی ہے بلکہ اس کے ماتحت رہتے ہوئے اپنا سب کچھ شوہر اور بچوں پر لٹا دیتی ہے۔ اس کا شوہر اور اس کے بچے ہی اس کی دنیا ہوتے ہیں۔ انہی کی خاطر وہ جیتی اور مرتی ہے۔ لہذا اس کا اپنا بھی کچھ حق ہونا چاہیئے۔

---

۹۲ عنایہ شرح ہدایہ، برحاشیہ فتح القدیر: ۳/۲۰۴۔

وفیات

انتقال پرملال

حضرت مفتی عتیق الرحمن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے انتہائی عقیدت مند سردار نرنجن سنگھ لامبہ ۴ جنوری ۱۹۹۳ء کی علی الصبح کو اچانک انتقال فرما گئے۔ وہ ۸۴ سال کے تھے۔ اور بڑے ہی مخلص اور غریبوں کے ہمدرد و بہی خواہ تھے بہت بڑے کاروباری ہوتے ہوئے بھی بے سہاروں، بیواؤں، یتیموں کی فلاح و بہبودگی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے انسانیت کی خدمت میں ہمیشہ جٹے رہتے تھے۔

مفتی عتیق الرحمن عثمانیؒ کے جان نثار و فدائی تھے۔ ان سے تعلق خصوصی قیام پاکستان سے قبل راولپنڈی ہی سے تھا برابر اس وقت خط و کتابت رہتی تھی قیام پاکستان کے بعد حضرت مفتی صاحبؒ کی عقیدت و محبت ہی انہیں دہلی کھینچ لائی تھی۔ تعصبات و تنگ نظری سے بالکل پاک و صاف تھے بلا لحاظ مذہب و ملت ضرورت مندوں کی امداد کرتے رہتے تھے۔

حضرت مفتی عتیق الرحمن عثمانیؒ کے انتقال کی خبر سنتے ہی بلک بلک کر رونے لگے اور کہنے لگے کہ آج ہمارے مسلمانان ہند اور ملک کے اوپر سے سایۂ شفقت اٹھ گیا ہے۔ مفتی صاحبؒ کے جنازے میں باوجود سخت بیماری و تکلیف کے جامع مسجد سے مہندیان تک پیدل ہی چلتے رہے۔ لوگوں نے ان کے درد کی شدت کو محسوس کرتے ہوئے انھیں سواری میں بیٹھنے کے لئے کہا تو بولے کہ جس ہستی نے ملک و قوم کی خدمت میں اپنی پوری زندگی قربان کر دی اس ہستی کے لئے ہم پیدل بھی نہیں چل سکتے کیا؟۔

حقیقت تو یہ ہے کہ لامبہ صاحب قدیم روایات و تہذیب کے امین تھے۔ ان کے انتقال سے ایک خلا سا محسوس ہو رہا ہے حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ انکے انتقال پرملال پر ہم سب کو ان کے متعلقین کو اور ان کے تمام احباب کو صبر جمیل عطا کرے۔ (آمین)

ادارہ ندوۃ المصنفین، رسالہ برہان انکی اہلیہ اور ان کے صاحبزدگان کلدیپ، کیول سورن، جتندر اور جگ پربیت سنگھ سے اظہار تعزیت کرتا ہے۔

مہر کا فلسفہ اور اس کے احکام

از: مولانا محمد شہاب الدین ندوی، ناظم فرقانیہ اکیڈمی، بنگلور

پہلی قسط

مہر میں عورت کا شرعی حق!

عورت سے جسمانی طور پر مستفید ہونے کے لئے شریعت نے مرد پر ایک معقول معاوضہ عائد کیا ہے جسے فقہی اصطلاح میں مہر کہا جاتا ہے۔ اور اس معاوضہ یا صلہ کی ادائیگی شوہر پر واجب ہے۔

المهر هو المال يجب في عقد النكاح على الزوج في مقابلة منافع البضع

مہر وہ مال ہے جو شوہر پر عقد النکاح کے وقت منافع فرج کے مقابلہ میں واجب ہوتا ہے[۹۲]۔

مہر عورت کا ایک خاص شرعی حق ہے اور وہ اس کی پوری طرح مالک قرار پاتی ہے کہ وہ اسے جس طرح چاہے اپنی مرضی سے خرچ کرے۔ کسی کو روکنے ٹوکنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ یہاں تک کہ شوہر بھی اسے روک ٹوک نہیں سکتا۔

دیگر مذاہب کے مقابلے میں اسلامی شریعت کا ایک خاص امتیاز ہے کہ وہ عورت کو نکاح کے موقع پر مہر کے نام سے ایک معقول رقم دلاتی ہے اور اس پر اسے پوری طرح مالکانہ حقوق عطا کرتی ہے۔ چونکہ عورت نہ صرف مرد کا گھر بسانے کے لئے اپنے عزیزوں کو چھوڑ کر اس کے یہاں چلی آتی ہے بلکہ اس کے ماتحت رہتے ہوئے اپنا سب کچھ شوہر اور بچوں پر لٹا دیتی ہے۔ اس کا شوہر اور اس کے بچے ہی اس کی دنیا ہوتے ہیں۔ انہی کی خاطر وہ جیتی اور مرتی ہے۔ لہٰذا اس کا اپنا بھی کچھ حق ہونا چاہیئے۔

---

۹۲ عنایہ شرح ہدایہ، برحاشیہ فتح القدیر: ۳/۲۰۴۔

[redacted]

مہر کے نام سے جو تھوڑی بہت رقم اسے ملتی ہے وہ اس کی خدمات کا پورا پورا صلہ تو نہیں ہو سکتی۔ ہاں البتہ اُس کی وحشت دور کرنے کی راہ میں ایک درجہ میں باعث اطمینان ہو سکتی ہے۔ شریعت نے اگرچہ کم سے کم مہر کی کوئی مقدار متعین نہیں کی ہے مگر زیادہ کی حد بھی مقرر نہیں کی ہے اور اس میں حکمت عملی یہ معلوم ہوتی ہے کہ مہر مرد کی مالی و اقتصادی حالت کے مطابق ہو۔ اگر کوئی صاحب تیسیر اپنی منکوحہ کو ہزاروں بلکہ لاکھوں روپئے بھی دیدے تو وہ جائز ہوگا۔ کیونکہ قرآن مجید میں ایک ڈھیر سا مال دینے کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ (نساء: ۲۰)

عورت پر بعض صورتوں میں بُرا وقت بھی آسکتا ہے۔ مطلقہ یا بیوہ ہونے کی صورت میں تو اسے نئے سرے سے زندگی گزارنی پڑتی ہے۔ اور ہندوستان جیسے ملکوں میں ایک بیوہ یا مطلقہ (طلاق شدہ) عورت کی دوبارہ شادی ایک مشکل مسئلہ ہے۔ لہذا عورت کے مستقبل کے پیش نظر اس کا کچھ نہ کچھ تحفظ تو ہونا ہی چاہیئے۔ اس مقصد کے پیش نظر اگر وہ اپنے مہر کے پیسوں کا استعمال عقلمندی سے کرتے ہوئے اگر کچھ جائداد وغیرہ خرید کر چھوڑ دے تو وہ ایک حد تک دوسروں کی دست نگر بنے بغیر اپنی کفالت آپ کرسکتی ہے۔

جیسا کہ تفصیل آگے آ رہی ہے صحیح اسلامی قانون کے مطابق عورت کا مہر (پورا یا اس کا کچھ حصہ) پیشگی (معجّل) ادا کرنا ضروری ہے۔ بیوی کے منافع نقد اور مہر ادھار قرار دینا یا اس میں ٹال مٹول کرنا اسلامی اصولوں کے خلاف ہے۔ بلکہ بعض حدیثوں کے مطابق اگر کوئی مہر نہ دینے کی نیت کرتے ہوئے نکاح کرتا ہے تو وہ زانی ہے۔ مہر عورت کا شرعی حق ہے جسے دبا کر بیٹھنا کسی بھی طرح جائز نہیں ہے۔ اسلامی شریعت نے عورت کو جو حقوق عطا کئے ہیں وہ حد درجہ معقول اور متوازن ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کو اس بارے میں احکام الٰہی کا اتباع کرنا چاہیئے۔

مہر کی فرضیت:

مہر کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا سکتا ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اسے بعض جگہ "فریضہ" یعنی ایک فرض (ایک مقرر شدہ) چیز قرار دیتے ہوئے اسے ادا کرنے کی تاکید کی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً : جن عورتوں سے تم لطف اندوز ہو چکے ہو ان کے مقررشدہ معاوضے تم دے دو۔ (نساء: ۲۴)

پھر چونکہ اس آیت کریمہ میں مہر کو اجر یا معاوضہ قرار دیا گیا ہے تو اس کا صاف مطلب یہ بھی ہوا کہ نکاح کا معاہدہ "ایک اجرت" کے عوض میں وجود میں آتا ہے۔ اسی وجہ سے اسے "حق بُضع" بھی کہا گیا ہے۔ یعنی عورت کی شرمگاہ کو حلال کئے جانے کا حق۔ اور اسی وجہ سے منکوحہ عورت کے "بائنہ" ہو جانے کے بعد شریعت نے نیا مہر ضروری قرار دیا ہے۔

واضح رہے قرآن مجید میں لفظ "اُجور" (اجر کی جمع) چھ جگہ آیا ہے۔ اور ان میں سے پانچ جگہوں پر وہ مہر کے معنی میں آیا ہے۔ اور صرف ایک جگہ دودھ پلائی کی اُجرت کے طور پر (طلاق: ۶) اس سے مہر کی تاکید اور اس کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ مثلاً:

وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ : اور تم ان عورتوں کے بندھے ہوئے مہر انہیں معروف طریقے سے دے دو۔ (نساء: ۲۵)

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ : اور تم پر کچھ گناہ نہیں ہے کہ تم (دار الحرب سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کر کے آئی ہوئی) ان عورتوں سے نکاح کر لو جب کہ تم انہیں ان کے مہر دے دو۔ (ممتحنہ: ۱۰)

نیز قرآن مجید میں عورتوں کے مہر کو "صَدُقَات" بھی کہا گیا ہے۔ اور تاکید ہے کہ اس چیز کو پوری خوش دلی کے ساتھ ادا کیا جائے۔

وَاٰتُوا النِّسَاءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً : اور تم اپنی عورتوں کے مہر انہیں خوشی سے دیدیا کرو (النساء: ۴)

اسلامی شریعت میں مہر کی اہمیت اس قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک موقع پر صاف صاف فرمایا ہے کہ نکاح کا حصول مال کے ذریعہ ہونا چاہیئے۔

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ : اور ان (محرمات) کے سوا بقیہ تمام عورتیں تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں بشرطیکہ تم اپنے مال کے بدلے میں انہیں طلب کرو۔ (نساء: ۲۴)

اور حدیث نبوی کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ مہر نکاح صحیح اور نکاح فاسد دونوں صورتوں میں واجب ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ "حق بضع" ہونے کی وجہ سے فرج کو حلال قرار دیئے جانے کا معاوضہ ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما استحل بہ فرج المرأۃ من مہر او عدۃ فہو لہا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس مہر یا تحفہ کے ذریعہ عورت کی فرج حلال کی گئی تو وہ اسی کا حق ہے۔[۹۳]

فَاِنْ دَخَلَ بِهَا فَلَهَا الْمَهْرُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا: (نکاح فاسد میں) مرد اگر عورت سے صحبت کرے تو عورت کو اس کی فرج حلال کئے جانے کی وجہ سے مہر ملے گا۔[۹۴]

فَاِنْ اَصَابَهَا فَلَهَا الْمَهْرُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا: اگر مرد نے صحبت کر لی ہے تو اسے مہر دینا پڑے گا، عورت کی فرج حلال کرنے کی وجہ سے۔[۹۵]

مَنْ كَشَفَ اِمْرَاَةً فَنَظَرَ اِلَى عَوْرَتِهَا فَقَدْ وَجَبَ الصَّدَاقُ: جس نے منکوحہ عورت کا کپڑا کھولا اور اس کی پوشیدہ چیز کی طرف نظر ڈالی تو مہر واجب ہو گیا۔[۹۶]

یہ ہے اسلامی شریعت میں مہر کی اہمیت اور اس کے ادا کرنے کی تاکید۔ مگر افسوس ہے کہ مسلمان موجودہ دور میں اس فرض چیز کو ادا نہیں کرتے۔ بلکہ اس کی ادائیگی سے غفلت برتتے ہوئے نکاح کے موقع پر فضول چیزوں اور خرافات میں ہزاروں لاکھوں روپئے برباد کر دیتے ہیں۔ مگر جو چیز شریعت کی نظر میں انتہائی اہم ہے اس کی ان کی نظر میں کوئی اہمیت ہی نہیں ہے۔ اس طرح جو چیزیں غیر اہم ہی نہیں بلکہ بدعات و خرافات سے تعلق رکھتی ہیں

---

۹۳ مسند احمد ۶/۱۲۲، الفتح الربانی ۱۶/۱۶۷، بیہقی منقول از کنز ۱۶/۳۲۵۔

۹۴ ترمذی کتاب النکاح: ۳/۴۰۸، دار احیاء التراث العربی۔

۹۵ سنن دارمی کتاب النکاح: ۲/۱۳۷۔

۹۶ بیہقی، کنز ۱۶/۳۲۳۔

انہیں فرائض و واجبات کا درجہ دے دیا گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہم خدا کی رحمتوں کے طالب رہتے ہیں اور مصائب کے وقت خدا سے شکوہ بھی کرتے رہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک عجیب سی بات ہے۔

شریعت نے مہر کی مقدار متعین نہیں کی:

اوپر سورہ نساء کی جو آیت (۲۴) پیش کی گئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مہر میں ایسی کوئی چیز دی جانی چاہیئے جو "مال" کہلا سکتی ہو۔ چاہے وہ نقد روپیہ ہو، یا سونا چاندی، یا کوئی دوسری چیز۔ مگر اس کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مقدار کیا ہو؟ اس کی تصریح شریعت نے نہیں کی۔ بلکہ اس کے بارے میں مختلف حدیثیں وارد ہوئی ہیں جن کی رُو سے ثابت ہوتا ہے کہ مہر لوہے کی ایک انگوٹھی کے عوض بھی ہو سکتا ہے، دو جوتیوں کے عوض بھی، مٹھی بھر کھانے کے عوض بھی ہو سکتا ہے اور تعلیم قرآن کے عوض بھی۔ مگر فقہ حنفی کی رُو سے مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم ہے۔ (موجودہ دور کے حساب سے تقریباً دو یا سوا دو سو روپئے) اگر کسی نے اس سے کم مقدار پر نکاح کیا تو اسے دس درہم دینے پڑیں گے۔[۹۷]

طرفین کی رضامندی کے ساتھ کوئی بھی مہر صحیح ہوگا:

دورِ رسالت میں ایک خاتون بطور مہر صرف دو جوتیوں پر راضی ہو جاتی ہیں:

اِنَّ امْرَاَۃً مِنْ بَنِیْ فَزَارَۃَ تَزَوَّجَتْ عَلٰی نَعْلَیْنِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَرَضِیْتِ مِنْ نَفْسِکِ وَمَالِکِ بِنَعْلَیْنِ؟ قَالَتْ نَعَمْ. قَالَ فَاَجَازَہٗ:

بنی فزارہ کی ایک عورت نے دو جوتیوں کے عوض نکاح کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا کہ کیا تو ان دو جوتیوں سے راضی ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ تو آپ نے اسے جائز قرار دیا۔[۹۸]

---

۹۷ مگر دس درہم والی حدیثیں ضعیف ہیں۔

۹۸ ترمذی ۲/۲۰۴، ابن ماجہ ۱/۶۰۸، سنن کبری ۷/۲۳۹۔

بقول امام ترمذیؒ اس حدیث کی بنا پر بعض اہل علم کا رجحان یہ ہے کہ وہ مہر (صحیح ہے) جس پر طرفین راضی ہو جائیں۹۹ (چاہے وہ کم ہو یا زیادہ)۔ چنانچہ اس سلسلے میں بعض ایسی حدیثیں بھی موجود ہیں جن کے ملاحظہ سے یہ اصول صحیح معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عورتوں کے مہر کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

هُوَ مَا اصْطَلَحَ عَلَيْهِ أَهْلُوهُمْ : مہر وہ ہوگا جس پر عورت کے لوگ راضی ہو جائیں۔ نیز اس سلسلے میں آپ کے مزید ارشادات اس طرح ہیں:

لَيْسَ عَلَى الرَّجُلِ جُنَاحٌ أَنْ يَتَزَوَّجَ بِقَلِيلٍ أَوْ كَثِيرٍ مِنْ مَالِهِ، إِذَا تَرَاضَوْا وَ أَشْهَدُوْا : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ کم یا زیادہ مال پر نکاح کرے، جبکہ (طرفین) راضی ہوں اور اس پر گواہ بنالیں۔۱۰۱

لَيْسَ عَلَى الْمَرْءِ جُنَاحٌ أَنْ يَتَزَوَّجَ مِنْ مَالِهِ بِقَلِيلٍ أَوْ كَثِيرٍ إِذَا أَشْهَدَ : کسی شخص پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ تھوڑے یا بہت مال پر نکاح کرے، جب کہ وہ گواہ بنالے۔۱۰۲

کم سے کم مہر کی مقدار!

جیسا کہ عرض کیا گیا کم سے کم مہر کی مقدار متعین نہیں ہے۔ بلکہ مہر تعلیم قرآن کے عوض بھی ہو سکتا ہے اور ایک مٹھی بھر جو یا کھجور وغیرہ کے عوض بھی۔ تو یہ بات دراصل کسی شخص کی مجبوری پر دلالت کرتی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ لوگ اتنی حقیر او رمعمولی سی چیز کو مہر قرار دینے لگ جائیں۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی نیک اور اچھی عادت واطوار کا شخص موجود ہے مگر وہ بیحد غریب ہے تو ایسے موقعوں پر اگر عورت کے سرپرست راضی ہوں تو اتنی حقیر سی چیز پر بھی نکاح صحیح ہو جائے گا۔ حدیثوں کے مطالعہ سے یہی بات زیادہ بہتر معلوم ہوتی ہے۔ لیکن یہ بھی یاد

---

۹۹ ترمذی ۳/۴۲۱۔

۱۰۰و۱۰۱ سنن کبریٰ از امام بیہقی: ۷/۲۳۹، مطبوعہ ملتان (پاکستان)

۱۰۲ سنن دارقطنی: ۳/۲۴۴، مطبوعہ قاہرہ۔

رہے کہ اس قسم کے احکام کے ذریعہ مہر کی قدر و قیمت گھٹائی نہیں گئی بلکہ حقیقت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کی اہمیت بڑھائی گئی ہے۔ چنانچہ اس حکم کے ذریعہ یہ دکھانا مقصود ہے کہ بغیر مہر کے نکاح نہیں ہو سکتا، خواہ وہ چیز کتنی ہی حقیر کیوں نہ ہو۔ اور پھر اس کے ذریعہ یہ تاکید بھی نکلتی ہے کہ جہاں تک ہو سکے مہر پیشگی ادا کرنا چاہیئے۔ اور جو کچھ اپنے پاس موجود ہو وہ فوری طور پر دے دینا چاہیئے۔ یہ نہیں کہ لمبا چوڑا مہر تو باندھ لیا مگر دینے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ بلکہ اسے عمر بھر ٹالتے رہے۔ اور مرتے وقت یا تو بخشوا لیا یا جو رو کے قرضدار ہو کر مر گئے۔ یہ اسلامی شریعت کی کھلی ہوئی خلاف ورزی ہے۔ اور قیامت کے دن اللہ بندوں کے حقوق کو معاف نہیں کرے گا۔ لہذا اگر کوئی شخص دنیا میں کسی کا حق مارتا ہے تو پھر قیامت کے دن اسے چکانا پڑے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کا نکاح ایک عورت سے کرنا چاہا مگر اس صحابی کے پاس مہر میں دینے کے لئے کچھ بھی نہیں تھا۔ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

تَزَوَّجْ وَلَوْ بِخَاتَمٍ مِّنْ حَدِيْدٍ: نکاح کرو اگرچہ لوہے کی ایک انگوٹھی کے ذریعہ ہی کیوں نہ ہو۔[۱۰۳]

اِلْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِّنْ حَدِيْدٍ: کوئی چیز تلاش کرو اگرچہ وہ لوہے کی ایک انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو۔[۱۰۴]

مَنْ أَعْطٰى فِيْ صَدَاقِ امْرَأَةٍ مِّلْءَ كَفَّيْهِ سَوِيْقًا أَوْ تَمْرًا فَقَدِ اسْتَحَلَّ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی عورت کے مہر میں دو کف ستو یا کھجور (وغیرہ) دے دیئے تو اس نے اس عورت کو حلال کر لیا۔[۱۰۵]

---

[۱۰۳] بخاری ۶/۱۳۸

[۱۰۴] بخاری ۶/۱۳۵، ابوداؤد ۲/۵۸۶، ترمذی ۳/۴۲۲، نسائی ۶/۱۲۳، موطا ۲/۵۲۶
مسند احمد ۵/۳۳۶، الفتح الربانی ۱۶/۱۷۱، سنن کبریٰ ۷/۲۳۶۔

[۱۰۵] ابوداؤد کتاب النکاح ۲/۵۸۵، سنن کبریٰ ۷/۲۳۸، سنن دارقطنی ۳/۲۴۳
بلوغ المرام ص ۲۱۶، نیل الاوطار ۶/۳۰۹۔

عن انس ان عبد الرحمان بن عوف تزوج امراۃ علی نواۃ من ذھب :
حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ عبدالرحمن بن عوفؓ نے ایک عورت سے ایک گٹھلی بھر سونے کے عوض نکاح کیا۔ ۱۰۶ے

گٹھلی بھر سونے سے مراد پانچ درہم ہے۔ جیساکہ علامہ ابن اثیرؒ اس کی تحقیق میں تحریر کرتے ہیں:
النواۃ اسم لخمسۃ دراھم کما قیل للاربعین اوقیۃ، وللعشرین نش: نوات پانچ درہم کو کہتے ہیں۔ جس طرح چالیس درہم کو ایک اوقیہ اور بیس درہم کو نش کہا جاتا ہے۔ ۱۰۷ے
قال علیؓ: لا یکون مھرا اقل من عشرۃ دراھم: حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مہر دس درہم سے کم نہیں ہو سکتا۔ ۱۰۸ے

مہر میں آسانی کی تاکید!

جہاں تک ہو سکے مہر آسان ہونا چاہیئے تاکہ اس کی ادائیگی میں سہولت رہے کیونکہ وہ مؤجل (تاخیر سے ادا کئے جانے والا) ہونے کی صورت میں شوہر کے ذمہ ایک قرض ہوتا ہے۔ لہذا شوہر کی حیثیت اور اس کی طاقت سے بڑھ کر مہر باندھنا صحیح نہیں ہے۔ اور بعض لوگ تو اس میں اتنا مبالغہ کرتے ہیں کہ مہر ادا کرنے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ اور اس سے لڑکی والوں کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ طلاق کی کبھی نوبت ہی نہ آنے پائے۔ اور اگر آئے بھی تو شوہر مشکل میں پڑ جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ بات مہر کے مقصد اور اس کے فلسفہ کے خلاف ہے۔ جیساکہ تفصیل گذر چکی ہے مہر عورت سے

۱۰۶ے یہ حدیث صحاح ستہ میں مختلف طرق سے مروی ہے۔ بخاری ۶/۱۳۸

۱۰۷ے النھایہ فی غریب الحدیث، از ابن اثیرؒ ۵/۱۳۱، مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیۃ: نیز ملاحظہ ہو عمدۃ القاری ۲۰/۱۳۸، نیل الاوطار ۶/۳۱۰۔

۱۰۸ے سنن دارقطنی ۳/۲۴۵، سنن کبری ۷/۲۴۰، اس سلسلے میں علامہ عینیؒ نے تصریح کی ہے کہ دس درہم والی حدیثیں اگرچہ ضعیف ہیں مگر چونکہ وہ کئی طرق سے مروی ہیں اس لئے "درجۂ حسن" میں شمار ہو سکتی ہیں۔ دیکھئے عمدۃ القاری: ۲۰/۱۳۸، مطبوعہ پاکستان۔